بندگی کے تین درجات، عبادت، عبدیت اور عبودیت

لیلۃ القدر کے موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

دوسری قسط

مرتّب: صاحبزادہ محمد حسین آزاد   معاونت: مصباح کبیر

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ . (الکهف، ۱۸ :۲۸)

’’(اے میرے بندے!)‘‘ تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں (اس کی دید کے متمنی اور اس کا مکھڑا تکنے کے آرزومند ہیں)‘‘۔

یعنی وہ اس کی قربت کے طلبگار ہیں اسے منانا چاہتے ہیں اس کی ناراضگی سے بچنا چاہتے ہیں اور اس کی خوشی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا۔ یریدون وجهه میں ہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ اس میں توحید طلب بھی آگئی اور توحید مطلوب بھی آگئی کہ وہ صرف اس کی رضا کے طلبگار ہیں۔ پہلے وہ خالصتاً اس کے طالب بنے ہیں اور باقی مطلوبوں کو چھوڑ دیا ہے اور پھر اس کی رضا کی طلب ان کا محرک عمل بن گیا ہے اور باقی خواہشوں کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ وہ عمل ہے جو عبادت میں صدق سے عبارت ہے پھر فرمایا:

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰکَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَ کَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا. (الکهف،۱۸ :۲۸)

’’تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں، کیا تو (ان فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے، اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے‘‘۔

یہ عبادت قلبی کا بیان ہے قرآن میں یوں نہیں کہا کہ جنہیں ہم نے اپنی عبادت سے غافل کردیا ہے یا جو ہماری عبادت سے غافل ہوگئے ان کے پیچھے نہ جاؤ۔ یہ بات بھی کہی جاسکتی تھی مگر فرمایا ایسے شخص کے پیچھے نہ جاؤ جس کا دل ہماری عبادت اور ہمارے ذکر سے غافل ہوگیا ہے۔

اس سے قرآن مجید نے واضح طور پر عبادت قلبی کی تصریح کردی۔ جس سے معلوم ہوا کہ کچھ دل عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور کچھ دل اللہ کی عبادت سے غافل رہتے ہیں۔ جن دلوں کو وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً کی شان مل جاتی ہے ان کی طلب، ذکر اور عبادت کا حال جدا ہوتا ہے۔ یہ مبنی بر صدق بھی ہے اور مبنی بر اخلاص بھی ہے۔ یہ قلبی عبادت ہے۔ اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ. ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

نماز بدنی عبادت ہے۔ مگر میں اسے آغاز میں نہیں بلکہ تقسیم میں تیسرے نمبر پر لے آیا ہوں۔ اس لئے کہ بدنی عبادت انسان کرتا ہے مگر عین ممکن ہے کہ قبول نہ ہو بلکہ رد کردی جائے تو جس وجہ سے وہ بدنی عبادت مقبول ہوگی اسے تقسیم میں مقدم رکھا گیا ہے۔

سورۃ الماعون میں ارشاد فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ.

(الماعون، ۱۰۷: ۴ تا ۶)

''پس افسوس (اور خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز (کی روح) سے بے خبر ہیں (یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں) وہ لوگ (عبادت میں) دکھلاوا کرتے ہیں (کیوں کہ وہ خالق کی رسمی بندگی بجا لاتے ہیں اور پسی ہوئی مخلوق سے بے پرواہی برت رہے ہیں) اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگے نہیں دیتے''۔

ان آیات میں فرمایا جو نماز پڑھنے والے ہیں ان مصلین کے لئے تباہی اور ہلاکت ہے۔ جو اپنی نماز کی روح کو بھلا چکے ہیں۔ اب یہ نماز کی مردہ لاشیں اپنے کندھوں پر اٹھائے پھر رہے ہیں اور روح صلاۃ فراموش کر بیٹھے ہیں۔ ان کی نماز میں نہ خشوع ہے نہ خضوع، نہ صدق ہے، نہ اخلاص، نہ یکسوئی ہے اور نہ طلب میں اور نہ مطلوب میں یکتائی ہے۔ وہ نمازیں حقیقت میں کیا ہیں؟ فرمایا دکھاوا ہیں تو آپ نے دیکھا کہ ان کی بدنی عبادت ریاکاری کے زمرے میں آگئی۔ اس لئے کہ اس عبادت میں ان کا دل شریک نہیں تھا۔ فقط بدن شریک عمل تھا۔ دل میں صدق اور اخلاص نہ تھا۔ اس لئے عبادت کے تصور کی ابتدا عبادت قلبی سے کی جارہی ہے۔

اعمال کا قبول کیا جانا یا اعمال کا رد کیا جانا اس کا انحصار نیت پر ہے اور نیت کیا ہے یہ فعل قلب یعنی قلبی عمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰی اَعْمَالِكُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَنِيَّتِكُمْ. (صحیح مسلم)

''اللہ تعالیٰ نہ تمہارے ظاہری اعمال کو دیکھتا ہے نہ تمہاری ظاہری شکل وصورت کو دیکھتا ہے بلکہ ان کو

دیکھنے سے پہلے وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے‘‘۔

اور دل کی نیت، دل کا حال اور فعل ہے۔ اس لئے عبادت کی ابتدا حالت قلبی سے ہوتی، اب اس کی سادہ سی مثال آپ کو دیتا ہوں کہ آپ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہہ کے کھڑے ہوتے ہیں اور فجر کی دو فرض رکعت پڑھ لیں یا ظہر کی چار رکعتیں یا عصر کی چار رکعات یا مغرب کی تین یا عشاء کے چار فرض پڑھ لئے اور سلام پھیر لیا مگر آپ کی نیت پڑھنے کی نہ تھی حالانکہ آپ نے تکبیر تحریمہ بھی کہی ثناء بھی پڑھی، قیام بھی کیا، سورۃ فاتحہ بھی پڑھی قرأت قرآن بھی کی، رکوع، سجود اور قعود بھی کیا۔ آپ نے آخر تک مکمل عمل کیا اور کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑی لیکن صرف ایک کام نہیں کیا کہ نماز کی نیت نہیں کی مثلاً آپ کی ایسی نیت تھی کہ آپ کو پتہ چلا کہ پولیس آفیسر آپ کو Arrest کرنے آرہا ہے کہ آپ نے چوری کی تھی یا کسی کو مارا تھا یا ڈاکہ زنی کی تھی یا کسی پر ظلم کیا تھا جس کی بناء پر آپ کو پتہ چل گیا کہ وہ آرہا ہے تو اس حالت میں آپ مسجد کی طرف دوڑے اور وضو کرکے اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے۔ آپ نے صرف پولیس آفیسر سے بچنے کے لئے یہ عمل کیا مگر نیت اللہ کے لئے نہیں تھی۔ بس اتنی بات نے آپ کا پورا عمل رد کردیا۔ اب آپ بتائیں کہ ظاہری طور پر آپ نماز پڑھ رہے ہیں مگر قبول نہیں ہوئی کیونکہ نماز کا دارومدار اس کی شکل پر نہیں بلکہ اس کی روح پر ہے اور روح اس نماز کی نیت ہے اور نیت ایک عمل قلبی اور فعل قلبی ہے اور یہ Itself ایک عبادت ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. (البقرہ، ۲:۱۵۳)

’’اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے (مجھ سے) مدد چاہا کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہے‘‘۔

اس آیت کریمہ میں صبر کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا ہے اس لئے کہ صبر ایک قلبی کیفیت ہے۔ لہٰذا اس کو بدنی عبادت پر مقدم کیا ہے۔ اس طرح انابت، توبہ، اللہ کا خوف، خشیت، رجاء اور امید یہ ساری کیفیات اور احوال قلبی ہیں جو قلبی عبادت میں شامل ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بات کردوں کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ میں دل میں اللہ کا خوف رکھتا ہوں اس لئے میں نماز نہ بھی پڑھوں تب بھی عبادت میں ہوں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہر ایک عبادت کا اپنا درجہ ہے کوئی ایک چیز دوسری کو replace نہیں کرسکتی۔ اس بات کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ دنیا میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں بھلائی کا کام کرتا ہوں لوگوں کی خدمت کرتا ہوں۔ سو میں بیمار ہوں تو مجھے ڈاکٹر کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود بخود ٹھیک ہوجاؤں گا ایسا نہیں ہوگا کیونکہ وہ ایک الگ عمل ہے اور یہ ایک الگ فرض ہے۔ لہٰذا قلبی عبادت شرط ہے بدنی عبادت کی قبولیت کے لئے مگر بدنی عبادت ترک نہیں ہوجاتی بلکہ قلبی عبادت بدنی عبادت کو قبول کرانے کا ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوْآ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (المائدہ، ۵:۲۳)

''اور اللہ ہی پر توکل کرو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے توکل کو جو کہ قلبی عبادت ہے ایمان کی شرط قرار دے دیا۔ آپ آج اپنے معاشرے کو دیکھیں ہم کتنے مشکل حالات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے ہمارے اندر ایمان کی کیا حالت باقی رہ گئی۔ کیا اللہ پر وہ توکل اور بھروسہ رہ گیا ہے جو ہونا چاہیئے۔ کیا اللہ کی محبت و اطاعت اور صدق اور اخلاص ہماری زندگیوں میں رہ گیا ہے۔ کیا عبادت، بندگی اور اللہ سے تعلق کے تقاضے ہم اپنی Religious اور Secular دونوں قسموں کی Life میں پورے کررہے ہیں۔ جب ایمانداری سے اپنے اندر جھانکیں گے تو من حیث القوم جواب نفی میں آئے گا لہذا ہم نے اپنا تعلق اللہ سے توڑ لیا ہے۔ آج کی رات اسی تعلق کو جوڑنے کے لئے ہے۔ اگر اللہ کا خوف ہو تو کوئی شخص کسی پر ایسا ظلم کرے گا جو دو بھائیوں پر سیالکوٹ میں کیا گیا ہے بلکہ یہ ظلم وستم کی انتہا ہے۔ خدا کا خوف ہو تو ایسا عمل کوئی نہیں کرتا اور نہ ہی بے دریغ معصوم لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (آل عمران، ۳:۱۷۵)

''پس ان سے مت ڈرا کرو اور مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو''۔

قرآن نے خوف کو قلبی عبادت کے ساتھ جوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو خوف بیان کئے۔ ایک اہل دنیا کا خوف ایک اپنا خوف۔ دنیا کا خوف ترک کرنے کا حکم دیا فرمایا: فَلَا تَخَافُوْهُمْ ''ان سے نہ ڈرو'' یعنی وہ قومی اور بین الاقوامی طاقتیں جن سے تم ڈرتے ہو۔ جن سے تمہیں لالچ ہے، جن سے تمہیں خوف ہے۔ جن پر تم توکل کرتے ہو۔ جنہیں تم اپنا بنائے بیٹھے ہو اور ان کے بارے میں سمجھ رکھا ہے کہ یہ ہمارے نفع نقصان کے مالک ہیں۔ اس وقت یہی وڈیرے جب قرآن اتر رہا تھا تو ابوجہل اور ابولہب کی شکل میں تھے۔ وہ قریش مکہ اور مکہ کے قبائل کے سردار تھے۔ خارجی سطح پر بڑی طاقتیں روم، فارس اور ایران تھیں۔ مسلمانوں کو بتایا جارہا ہے۔ وہ بڑے طاقتور سہی بڑے ظالم اور جابر سہی لیکن بڑے وسائل اور اثر والے سہی ہرگز ان سے نہ ڈرنا۔ معلوم ہوا غیر اللہ سے نہ ڈرنا ایمان ہے اور یہ عبادت ہے اور پھر فرمایا وَخَافُوْنِ اور مجھ سے ڈرو کیونکہ ڈرنے کی جگہ میری ذات ہے۔ میرا خوف دل میں رکھو اور جس دل میں اللہ کا خوف آجائے اس دل سے سارے خوف نکل جاتے ہیں اور جس دل میں غیروں کا خوف سما جائے اس دل میں اللہ کا خوف داخل نہیں ہوتا۔ لہذا دو خوف اکٹھے نہیں ہوتے۔ اللہ سے ڈرنے والا کسی غیر اور کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی نہیں ڈرتا۔ جب وہ باقی ہر ایک سے بے خوف ہوگیا تو پھر اسے اللہ پر توکل بھی ہوگا۔ اس لئے فرمایا: مجھ سے ڈرو کسی اور سے نہ ڈرو پھر فرمایا: وَاِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ''اگر تم

صاحب ایمان ہو، تو غیر اللہ سے نہ ڈرنا یہ ایمان اور عبادت ہے۔

اللہ رب العزت نے جابجا قرآن حکیم میں ان کیفیتوں کو ایمان کے ساتھ جوڑا ہے اور بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ ہر عبادت اعمال کے باب میں رکھی گئی جو بدنی عبادت ہے اور جو قلبی عبادت ہے اسے ایمان کے درجے میں رکھا گیا۔ اسی طرح اللہ کی محبت ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ.(البقرہ، ۲:۱۶۵)

''اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (ہر ایک سے بڑھ کر) اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں''۔

اللہ پر ایمان لانے والوں کے ایمان کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ اللہ کو اپنا محبوب بنالیتے ہیں اور اللہ کو محبوب بنالینے کا مطلب ہے اللہ کے محبوب کو بھی اپنا محبوب بنالینا۔ جیسے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (آل عمران، ۳:۳۱)

''(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے''۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ سے محبت چاہتے ہو تو پھر میرے محبوب کی غلامی اور تابعداری میں آجاؤ۔ میرے محبوب سے جڑ جاؤ۔ میرے حبیب کے وفادار بن جاؤ۔ ان کے سچے غلام بن جاؤ۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بھی بخشے جائیں گے۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ کی محبت ایک محبت ہے یہ قلبی عبادت واجبات ہیں۔ ان واجبات کو دل میں سمانا عبادت ہے۔

آج جو کہا جاتا ہے کہ آج کے دور میں قرآن قابل عمل نہیں رہا بڑی سادہ بات ہے اگر قرآن آج کے لئے واجب العمل اور نافع نہیں رہا اور سنت محمدی ﷺ آج کے لئے واجب الاتباع اور نافع (نفع دینے والی) نہیں رہی۔ تو پھر ایمان نہ رہا اور ہم مومن نہ رہے۔ قرآن خاتم الکتب ہے اور قیامت تک اسی قرآن کو واجب العمل سمجھنا ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ پر نبوت ختم ہے۔ آپ ؐ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ لہذا قیامت تک اسی دین اسلام کو نافع اور نتیجہ خیز سمجھنا یہ ایمان ہے۔ یہ قلبی عبادت بھی ہے اور ایمان کے درجہ میں بھی ہے۔ اگر اس میں شک آگیا تو کفر ہوگیا اور اگر شک نہ آیا غفلت، معصیت و گناہ ہوگیا۔ وہ گناہ، کبیرہ بھی ہوسکتا ہے صغیرہ بھی

ہوسکتا ہے اور اگر اعتقادی سطح پر دل میں دین کی جمعیت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی حجیت، واجبیت، نافعیت اور عملیت پر شک آ گیا تو کفر ہوگیا اور اگر کفر قلبی نہیں ہوا بلکہ غفلت ہوگئی یعنی عقیدہ میں شک نہیں ہوا بلکہ وہ قائم اور دائم رہا مگر مفادات، حرص و ہوائے نفس، کمزوریٔ ایمان کی وجہ سے عمل میں غفلت ہوگئی تو یہ عصیان اور معصیت ہے خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ پھر آدمی اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ مسلمان رہتا ہے مگر گناہگار ہوتا ہے اور پھر قلبی کبائر جو عبادت کے درمیان میں رکاوٹ بنتے ہیں ان میں ریاکاری، عجب، کبر، فخر، بڑائی، مایوسی، مکروفریب، ڈھونگ، فحش کاری وغیرہ شامل ہیں۔

آپ اپنے معاشرتی حالات کا جائزہ لے لیں ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو دوسروں سے نفرت کرتے ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جو تکبر کرتے ہیں کتنے لوگ ہیں جو بخل کرتے ہیں، کتنے لوگ ہیں جو دوسرے کی حق تلفی کرتے ہیں، کتنے لوگ ہیں جو حرام خوری کرتے ہیں، کتنے ہیں جو جھوٹ بولتے ہیں بلکہ آج دھوکہ دہی اور جھوٹ بولنے کو ہم نے سیاست کا نام دے دیا ہے۔

یہ ساری چیزیں قلبی عبادت کے ذیل میں تھیں۔ پھر اس کے بعد لسانی عبادت ہے۔ جس میں تلاوت قرآن، اللہ کا ذکر کرنا، علم نافع کی تعلیم دینا، درس و تدریس کرنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، ہر حال اور مشکل گھڑی میں بھی سچ بولنا، گمراہ کو ہدایت دینا، دوسروں کو تعلیم دینا، جو ہم اپنے سکول، کالج، یونیورسٹیوں اور جامعات میں دے رہے ہیں۔ یہ سب لسانی عبادت ہے کیونکہ اللہ کا حکم ہے۔ اسی طرح اس کے اندر محرمات اور ممنوعات بھی ہیں جیسے کسی کی غیبت کرنا، چغلی کرنا، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا یہ ہمارے بد اعمال ہیں جو اس زبان سے صادر ہوتے ہیں تو جس طرح زبانی عبادتیں ہیں اس طرح یہ محرمات ہیں جو عبادت کی خلاف ورزیاں ہیں جن میں سے کچھ کفر کے درجے میں جائیں گی، کچھ معصیت اور گناہ کے درجے میں جائیں گی کچھ کبیرہ گناہ ہونگے اور کچھ صغیرہ گناہ ہونگے۔ آج ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کی زبان پر کنٹرول ہے۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ’’جس نے زبان پر قابو پالیا نجات پا گیا‘‘۔ آئے روز ہم لغو کلام کرتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں، فضول بولتے ہیں، گالی گلوچ کرتے ہیں، بات بات میں گالی دیتے ہیں، پشت پیچھے غیبت کرتے ہیں۔ وعدہ خلافیاں کرتے ہیں اور قومی، خاندانی، معاشرتی سطح پر آپس میں ہر جگہ ہماری زبان ناپاک، لغو اور فضول کلام کے اندر مصروف رہتی ہے۔ یہ ساری چیزیں عبادت کو مٹاتی چلی جاتی ہیں اور ایمان کو کمزور تر کرتی چلی جاتی ہیں۔